گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اسلام کے ہاتھوں علم کی سربلندی

علامہ عبدالبرالاندلسی ....ترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی

مسلمانوں کا علم سے کیا برتاؤ رہا۔اور مسلمانوں نے علم کی کیا خدمت کی؟اس داستان کو،جو نہایت شاندار داستان ہے،عرب سے شروع کرنا پڑے گا،جو اسلام کا منبع اور مسلمانوں کا پہلا گہوارہ ہے تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں علم کا مطلقا کوئی چرچا نہ تھا۔بعثت کے وقت پورے عرب میں گنتی کے چند ہی آدمی معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔خود پیغمبر اسلام بھی امی لقب تھے ۔اولین مسلمانوں کی بھی یہی حالت تھی کہ ایک دو شخصوں کے سوا کوئی حرف شناس تک نہ تھا۔۲ھ میں جنگ بدر ہوئی اور غیر مسلم قیدیوں کی رہائی کا ایک فدیہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرار دیا کہ چند مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔یہ مسلمانوں کا پہلا مدرسہ تھا اب دروازہ کھل گیا دیکھتے ہی دیکھتے پوری اسلامی دنیا ایک یونیورسٹی بن گئی اور علم کے چرچوں سے گونج اٹھی۔

اسلام سے پہلے عربی زبان میں علوم کجا؟ چھوٹی سی چھوٹی کتاب بھی موجود نہ تھی،لیکن مسلمانوں نے بہت ہی قلیل مدت میں اس زبان کو اول درجے کی علمی زبان بنادیا۔صرف ونحو کی فصاحت وبلاغت کے اصول وضع کئے ۔لغات مرتب کئے اور بے شمار تصنیفوں سے اس زبان کو مالا مال کردیا۔یہ واقعہ ہے اور اس واقعہ سے کوئی ذی علم انکار نہیں کرسکتا کہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر تک دنیا کی کوئی زبان قدیم ہو،یا جدید،علمی سرمائے میں عربی زبان کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔یورپین زبانوں کی جتنی بھی پونجی ہو،آخری ڈیڑھ سوسال کی پیداوار ہے۔اس سے پہلے یورپین زبانیں فقیر تھیں،اور جو کچھ علمی سرمایہ ان کے پاس تھا عربی کتابوں کے تراجم ہی تھے۔بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اکیلی عربی زبان میں جتنی تصانیف موجود تھیں اٹھارہویں صدی کے آخر تک دنیا بھر کی زبانوں کی مجموعی تصانیف سے کہیں زیادہ ان کی تعداد تھی!

مسلمان اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے،اور خود ان کے رسول برحق نے اس حقیقت کی طرف ان کی رہنمائی کی تھی کہ علم کا نہ کوئی وطن ہوتا ہے نہ دین،نہ قومیت،بلکہ علم تمام انسانوں کی عام میراث ہے اور جہاں بھی ملے مسلمان اسے اپنی متاع گم گشتہ سمجھے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے علم کے لینے اور دینے میں کبھی تعصب کو راہ نہ

☆ اذا یئس الانسان طال لسانہ کسنور مغلوب یصول علی الکلب ☆

دی ۔غیر مسلم ہندوستان ،ایران، یونان کے علوم ہاتھوں ہاتھ لئے ،اور یونان کے حکیم اکبر، ارسطو کو ''معلم اول،، کا خطاب دے دیا۔

غیر مسلم محققین کی شہادتیں

لیکن مناسب ہے کہ علم سے مسلمانوں کے تعلق کا اور مسلمانوں کی علمی خدمتوں کا بیان ہماری زبان سے نہیں بلکہ کسی غیر مسلم کی زبان سے ہو، جس پر جانب داری کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ہم یہاں مشہور امریکن علامہ ڈریپر کی کتاب ''معرکہ،، مذہب وسائنس، سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں ۔اقتباس طوالانی ضرور ہے، مگر نہایت مفید ودلچسپ بھی ہے ڈریپر لکھتے ہیں :۔

''محمد ﷺ کی رحلت پر ایک صدی بھی نہ گذرنے پائی تھی کہ مشاہیر حکمائے یونان کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہوگیا۔ ''الیڈ،، اور'' آڈیسی،، جیسی نظموں کو جو بت پرستانہ تلمیحات کی وجہ سے علوم کے لئے موجب گمراہی ہوسکتی تھیں، علم دوست لوگوں کے شوق نے سریانی زبان کا لباس پہنادیا۔ المنصور نے اپنے عہد خلاف (۷۵۳۔۷۷۵ء) میں حکومت کا مرکز، دمشق سے بغداد میں منتقل کیا، اور نئے دارالخلافہ کو عروس البلاد بنادیا۔ خلیفہ کا بہت سا وقت علم ہئیت کے مطالعہ وترقی میں صرف ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے سلطنت میں جابجا طب اور قانون کے مدارس قائم کئے اس کا پوتا، ہارون رشید ۷۸۶ء بھی اسی کے نقش قدم پر چلا، چنانچہ اس کے حکم سے دولت عباسیہ کی ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ لیکن علم وحکمت کا سب سے زیادہ روشن زمانہ جو ایشیا کے لئے سرمایہ صد افتخار ونازش ہے، مامون رشید کا زمانہ ہے (۱۸۱۳۔۱۸۳۲ء) ماموں نے بغداد کو سائنس کا مرکز بنادیا۔ عظیم الشان کتب خانے قائم کئے اور اپنے دربار کو علماء وفضلاء کی مجلس بنادیا۔

''یہ اعلی درجے کا علمی ذوق اس زمانے میں بھی قائم رہا، جب عربی سلطنت، تین جداگانہ حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی ۔بنی عباس ایشیا میں، بنی فاطمہ مصر میں، اور بنی امیہ اندلس میں ایک دوسرے کے سیاسی رقیب تو تھے ہی لیکن علم وحکمت اور ادب وانشا کی سرپرستی میں بھی ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ دوسروں پر فوقیت لے جائے۔

''شعر وسخن میں عربوں نے ہر دلچسپ ونتیجہ خیز مضمون پر کتابیں لکھیں ۔انھیں ناز تھا کہ ایک اکیلے عرب نے جس قدر شاعر پیدا کئے، وہ تعداد میں دنیا بھر کے شاعروں سے زیادہ ہیں ۔سائنس میں ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے اکتساب میں انہوں نے یورپ کے یونانیوں کی نہیں بلکہ اسکندریہ کے یونانیوں کی روش اختیار

☆......ھر کہ دست از جان بشوید......ھر چہ در دل دارد؛

کی۔عقل سلیم نے انھیں یہ بات سمجھادی تھی کہ سائنس کی ترقی محض تخئیل ہی سے نہیں ہوسکتی۔بلکہ اس کی ترقی کا صحیح اور یقینی ذریعہ،صحیفہ فطرت کا عینی مطالعہ ہے وہ حکمت نظری پر حکمت عملی کو ترجیح دیتے تھے،یعنی ان کے علم کی بنیاد تجربے اور مشاہدے پر تھی۔فن ہندسہ وریاضیات کو وہ استدلال،واستنباط کے آلات تصور کرتے تھے۔فن حبر ثقیل،توازن مالیات،فن مناظر ومرایا پر جو کثیر التعداد کتابیں انھوں نے لکھی ہیں،ان میں یہ دلچسپ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ہر مسئلہ کسی تجربے یا کسی آلہ مشاہدہ کے ذریعے سے حل کیا گیا ہے۔یہی خصوصیت تھی،جس نے انھیں فن کیمیا کا موجد بنادیا،جس نے ان سے تقطیر(عرق کھینچنے)،تصعید(بخار اڑا کر منجمد کرنے)تسیح (پگھلا لنے)اور تر دیق (چھاننے)کے آلات ایجاد کرائے،جس نے فن ہیئت میں ان کو آلات منقسم مثلا لبنہ واصطرلاب سے کام لینے کی،ترغیب دلائی،جس نے کیمیا میں ان سے ترازو کا استعمال کرایا،جس کے اصول سے وہ بخوبی واقف تھے،جس نے ان سے بغداد اندلس،اور سمرقند میں اجسام کے اوزان کی میزانیں اور ہیئت کے نقشے تیار کرائے جس نے ان کو علم ہندسہ علم مثلث،علم جبر ومقابلہ اور ہندی طریقہ اعداد نویسی میں نئے نئے نکتے پیدا کرنے کے قابل بنایا۔یہ وہ نتائج ہیں جو ارسطو کے علمی واستقرائی طریقے کو افلاطون کی خیال آرائی پر ترجیح دینے کی بدولت ان کی کوششوں نے پیدا کئے۔

اسلامی کتب خانے

پبلک کتب خانوں کے قیام وتوسیع کے لئے کتابوں کے جمع کرنے میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا۔خلیفہ مامون کی نسبت روایت ہے کہ اس کی کوششوں سے صدہا اونٹ،جو قلمی کتابوں کے پشتاروں سے لدے ہوئے تھے،بغداد میں داخل ہوئے۔جو معاہدہ اس نے یونانی فرمانروا میکائیل سوم کے ساتھ کیا تھا،اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قسطنطنیہ کا ایک کتب خانہ اس کے حوالے کردیا جائے گا۔اس طرح جو علمی خزانے مامون کے ہاتھ آئے ان میں بطلیموس کی اس مشہور تصنیف کا ایک نسخہ بھی تھا،جو اس نے سیار وثوابت ستاروں کی مہندسانہ ساخت پر لکھی تھی۔اس کا ترجمہ خلیفہ کے حکم سے فوراعربی زبان میں کیا گیا۔

جو کتابیں اس طور پر جمع کی گئیں ان کی کثرت تعداد کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ قاہرہ کے کتب خانہ فاطمیہ میں ایک لاکھ نسخے جن کا خط نہایت پاکیزہ اور جلدیں بہت خوشنما تھیں،موجود تھے۔ان میں سے چھ ہزار پانچ سو نسخے فقط ہیئت اور طب پر تھے۔اس کتب خانہ کے قواعد کے بموجب ان طالب علموں کو جو قاہرہ میں مقیم

تھے، کتابیں مستعار لی سکتی تھیں ۔کتب خانے میں زمین کے دو کرے بھی تھے ۔ایک تو ٹھوس چاندی کا تھا ۔دوسرا پیتل کا تھا۔پیتل کے کرے کی نسبت مشہور تھا کہ اسے بطلیموس نے بنایا تھا۔چاندی کے کرے پر تین ہزار دینار لاگت آئی تھی۔

خلفائے اندلس کے عظیم الشان کتب خانہ کے نسخوں کی تعداد رفتہ رفتہ چھ لاکھ ہوگئی تھی ۔اس کی فہرست ہی چوالیس کتابوں پر مشتمل تھی ۔اس شاہی کتب خانہ کے علاوہ اندلس میں ستر سرکاری کتب خانے ایسے تھے، جن میں ہر شخص جا کر اپنی معلومات بڑھا سکتا تھا۔خاص خاص اشخاص کے پاس بعض دفعہ کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہوتا تھا۔ایک طبیب کی نسبت روایت ہے کہ جب سلطان بخارا نے اسے بلا بھیجا تو اس نے جانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کی کتابوں کی بار برداری کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہے[1]۔

''ہر بڑے کتب خانہ میں ایک سر رشتہ نقل و ترجمے کا ہوتا تھا۔تراجم بھی بسا اوقات بعض اشخاص اپنے ذاتی اہتمام سے مرتب کراتے تھے[2] چنانچہ ایک نسطوری طبیب حنین نامی نے اس قسم کا دفتر بغداد میں قائم کر رکھا تھا (۸۵۰ء) یہ شخص ارسطو افلاطون، بقراط، جالینوس اور دوسرے مشاہیر یونان کی کتابوں کے تراجم شائع کرتا تھا ۔تراجم کے علاوہ جدید تصانیف کا بازار بھی ہر طرف گرم تھا......

تصنیف کا طریقہ یہ تھا کہ دار العلموں کے حکام اساتذہ کو مقرر موضوعوں پر کتابیں لکھنے کے لئے مامور کرتے تھے۔ہر خلیفہ کے دربار کا وقایع نویس علیحدہ ہوتا تھا۔قصص وحکایات کے متعلق الف لیلہ جیسی کتابوں کا وجود عربوں کی قوت متخیلہ کا پتہ دیتا ہے۔قصوں اور افسانوں کے علاوہ انواع واقسام کے دوسرے مضامین پر بھی کتابیں تصنیف کی جاتی تھیں، مثلاً تاریخ اصول فقہ، سیاست، فلسفہ و سیر سوانح عمریاں نہ صرف جلیل القدر اشخاص کی بلکہ مشہور گھوڑوں اور اونٹوں تک کی لکھی جاتی تھیں۔کتابوں کی اشاعت میں کسی قسم کی مزاحمت یا ممانعت، حکومت کی طرف سے نہ ہوتی تھی ،اور ان کے مضامین میں پبلک مفاد کے بہانے کسی قسم کی ترمیم نہ ہوتی تھی ۔جغرافیہ، شمار واعداد، طب، تاریخ غرض ہر مضمون کی ایک جامع لغات موجود ہوگئی، یہاں تک کہ ان کے خلاصے بھی تیار کر لئے گئے، چنانچہ محمد ابو عبداللہ کی تصنیف ''دائرۃ المعارف، اس صنعت کی ایک ممتاز مثال ہے۔کتابوں میں جو کاغذ لگایا جاتا تھا، اس کی صفائی وسفیدی کا خاص طور سے خیال رکھا جاتا تھا۔رنگا رنگ روشنائیوں کی تیاری میں بہت کچھ اہتمام کیا جاتا تھا اور کتابوں کے عنوان کو مطلا و مذہب کرنے اور طرح طرح کے نقش ونگار سے زینت دینے میں نہایت دیدہ ریزی ہنر آفرینی اور کمال خوش سلیقگی کا ثبوت دیا جاتا تھا،

غرض دنیائے اسلام میں علوم وفنون کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔منگولیا، تا تار، ایران عراق، شام ،مصر، شمالی افریقہ، مراکش، فاس اور اندلس میں کثرت سے درس گاہیں موجود تھیں۔دولت روما کا رقبہ باآں ہمہ عظمت وجبروت اتنا نہ تھا، جتنا اس عربی سلطنت کا تھا۔اس عظیم الشان سلطنت کے ایک کنارے پر سمرقند کا مشہور مدرسہ اور رصدگاہ تھی اور دوسرے کنارے پر اندلس کا شہرہ آفاق مینار رصد آسمان سے ہم کلام تھا۔

''مدارس ومکاتب کی نگرانی بڑی فراخ دلی سے بعض دفعہ نسطوری عیسائیوں اور بعض دفعہ یہودیوں کے سپرد کی جاتی تھی۔کسی شخص کو کسی خدمت جلیلہ پر فائز کرتے وقت حکومت کو یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے یا اس کے مذہبی عقائد کیا ہیں، بلکہ محض اس کی علمی قابلیت کا لحاظ کیا جاتا تھا۔مامون رشید کا مقولہ تھا، اہل علم وفضل خدا کے برگزیدہ بندے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی اپنے قوائے عقلی ماورا کی ترقی کے لئے وقف رکھی ہے۔وہ اپنے ابنائے جنس کو حکمت ودانش کے نکتے سکھاتے ہیں، اس لئے وہ نظام دنیا کے شیرازہ بند اور محفل کون وفساد کی شمع ہیں۔اگر ان کی ہدایت چراغ راہ نہ ہو، تو اہل دنیا پر اسی جہالت ووحشت کی ظلمت پھر چھا جائے جو پہلے چھائی ہوئی تھی!،،

''مدرسہ طبیہ قاہرہ کے طرز عمل کی تقلید نے دوسرے طبی مدارس میں بھی یہ قاعدہ جاری کرادیا کہ زمانہ تعلیم کے اختتام پر طلبہ کا نہایت سختی کے ساتھ امتحان لیا جائے اور کامیاب ہونے پر انھیں مطب کرنے کی سند دی جائے یورپ کا پہلا طبی مدرسہ وہ تھا جسے عربوں نے اٹلی کے شہر، سرنو میں قائم کیا، اور پہلی رصدگاہ جو یورپ کو نصیب ہوئی ،وہ اموی خلفا کی سرپرستی میں بمقام اشبیلہ (اسپین) قائم ہوئی۔

مسلمانوں کے علمی کمالات

اگر ہم اس مہتم بالشان علمی تحریک کی جزئیات سے بحث کریں، تو اس مضمون کا حجم حد سے زیادہ بڑھ جائے گا، لہذا ہم صرف اس اجمال پر اکتفا کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے قدیم علوم وفنون میں بہت کچھ اضافے کئے اور نئے نئے علوم ایجاد کیے۔انھوں نے حساب کے ہندی طریقے کو رواج دیا، جس میں تمام رقمیں بڑی خوبصورتی سے دس اعداد کے ذریعہ سے اس طرح ظاہر کی جاتی ہیں کہ ہر عدد کی اول تو ایک قیمت مطلق مقرر کردی گئی ہے اور اس کے بلعد ایک قیمت اعتباری ہے، جو بلحاظ موقع یا مرتبہ پیدا ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی ہر طرح کے اندازتے کے

لئے سہل اور سادہ قاعدے بنادئے گئے ہیں۔ جبر ومقابل یا بالفاظ دیگر ہمہ گیر ریاضی، وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے سے مقادیر غیر معینہ کی تعیین، یعنی ان تعلقات کی دریافت ہو سکتی ہے، جو ہر قسم کی مقادیر کے درمیان قائم ہوں، خواہ ان مقادیر کا تعلق علم حساب سے ہو، خواہ علم ہندسہ سے۔ اس طریقے کا موہوم سا خیال، ڈایوفنٹس کو پیدا ہوا تھا، جسے عربوں نے ترقی دے کر اس حد کمال تک پہنچایا۔ جبر ومقابلے میں محمد بن موسیٰ نے مساوات درجہ چہارم اور عمر بن ابراہیم نے مساوات درجہ سوم کے حل کرنے کا عمل دریافت کیا۔ عربوں ہی کی مساعی سے علم مثلث نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی۔ انھوں نے جیب مستوی کے بجائے، جس کا اول استعمال ہوتا تھا، اوتار کو اس فن میں داخل کیا اور اسے ترقی دے کر ایک مستقل فن کی حیثیت عطا کی۔ موسیٰ نے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، علم مثلث کروی پر ایک رسالہ لکھا، اور البغدادی کا ایک رسالہ، مساحت پر موجود ہے، جس میں اس فن کے متعلق یہاں تک داد نکتہ سنجی دی گئی ہے کہ بعض یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ اس موضوع پر اقلیدس کا جو مقالہ گم ہو گیا تھا، البغدادی کا رسالہ اسی کی نقل ہے!

"علم ہیئت میں انہوں نے نہ صرف ستاروں کی فہرستیں تیار کیں بلکہ اس حصہ آسمان کے نقشے بھی تیار کئے، جو ان کے پیش نظر تھا۔ بڑے بڑے ستاروں کے انہوں نے عربی نام بھی رکھے اور آج تک یہ ستارے انہی ناموں سے مشہور ہیں۔ انھوں نے سطح زمین کے ایک درجے کی پیمائش کر کے اس کی جسامت دریافت کی۔ طریق الشمس کا اعوجاج معلوم کیا۔ آفتاب وماہتاب کی صحیح میزانیں شائع کیں۔ سال کی مدت مقرر کی۔

استقبال اعتدالین کی توثیق وتصدیق کی۔ لیپلیس نے البتانی کے "رسالہ علم کواکب کا ذکر ادب واحترام سے کیا ہے اور حاکم بامر اللہ خلیفہ مصر (۱۰۰۰ء) کے دربار کے مشہور ہیئت داں، ابن یونس کی ایک عالمانہ تصنیف کے بعض بچے بچائے اجزاء کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں المنصور عباسی کے زمانے سے لے کر اس وقت تک مختلف مشاہدات فلکی مثلاً کسوف وخسوف، نقاط اعتدال لیل ونہار نقاط انقلاب صیفی وشتوی قران سیارگان واحتجاب کواکب کے نتائج مندرج ہیں۔ ان رصدی نتائج نے نظام عالم کے بڑے بڑے تغیرات پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ عرب ہیئت دانوں نے آلات ہیئت کی ترکیب وتکمیل پر بہت سا وقت صرف کیا۔ وقت کا اندازہ لگانے کے لئے مختلف قسم کی پانی اور دھوپ کی گھڑیاں ایجاد کیں، اور سب سے پہلے اس مقصد کی تکمیل کے لئے "پنڈلم"، یعنی رقاص ساعت انہی نے ایجاد کیا۔

"عملی علوم میں، جن کا مدار تجربے پر ہے علم کیمیا کا سہرا انہی کے سر ہے، انھوں نے اس فن کے بعض نہایت ہی

اہم معیار دریافت کئے، مثلاً گندھک کا تیزاب، شورے کا تیزاب، اور الکحل اس فن سے انھوں نے مطب میں بھی کام لیا، اور سب سے اول ادویات مفردہ و مرکبہ کی قرابادینیں شائع کیں، اور ان میں معدنی نسخے بھی شامل کئے۔علم جرثقیل کی ماہیت سے بھی وہ نابلد نہ تھے۔جرثقیل کی قوتوں کے مسئلے کا انھیں اچھی طرح علم تھا۔علم توازن مایعات میں جو ترقی انھوں نے کی، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اجسام کے اوزان مخصوص کی میزان مرتب کرکے پانی میں اجسام کے ڈوبنے میں اور تیرنے کے مالہ وماعلیہ پر انھوں نے مبسوط بحثیں لکھیں۔فن مناظر ومرایا میں انہوں نے یونانیوں کی اس غلط فہمی کو درست کیا کہ شعاع نور آنکھ سے نکل کر شئی مرئی پر پڑتی ہے۔اس کے بجائے انھوں نے اس مسئلے کو رواج دیا کہ شعاع شے سے چل کر آنکھ میں داخل ہوتی ہے واقعہ انعکاس وانعطاف ضیا کی ماہیت کا انھیں پورا علم تھا۔

''اس علمی مستعدی کا اثر اس ترقی میں صاف نظر آتا ہے، جو صنعت وحرفت کے متعدد فنون میں جلد جلد ہونی شروع ہوئی۔فن فلاحت میں آب پاشی کے طریقے پہلے سے بہتر ہوگئے۔کھاد کا استعمال ہنر اور سلیقے کے ساتھ کیا جانے لگا۔چوپایوں کی افزائش نسل کے متعلق قیمتی نکتے معلوم ہوگئے۔دیہی قوانین کا ضابطہ کاشتکاری اور مزارعین کے حقوق کے لحاظ سے بہت زیادہ کامل ومکمل ہوگیا۔جن کھیتوں میں پہلے دھان کی کاشت نہ ہوتی تھی وہاں اب اس کی پیداوار بھی ہونے لگی۔سلطنت میں جابجا ریشم، روئی اور اون کے کپڑے کے کارخانے قائم ہوگئے۔قرطبہ اور مراکش میں چرم سازی وکاغذ سازی کا کام شروع ہوگیا۔معدنوں پر کام ہونے لگا۔مختلف دھاتیں ڈھلنے لگیں۔ٹالیڈو میں ایسے ایسے فولادی خنجر اور تلواریں تیار ہونے لگیں کہ ایک دنیا ان کا لوہا ماننے لگی۔ شاعروں اور موسیقی پر عرب فریفتہ تھے۔شطرنج کا کھیل یورپ نے عربوں سے سیکھا اور قصص وحکایات اور خیالی مضامین کا شوق بھی جو اہل یورپ میں اس قدر پایا جاتا ہے، عربوں ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔فن ادب کی ان شاخوں میں جو محض تفریح اور دل بستگی ہی کا ذریعہ نہیں بلکہ شان ثقاہت ومتانت لئے ہوئے ہیں، ان کی فکر سلیم داد نکتہ آفرینی دیتی تھی۔دنیا کی ناپائداری، لامذہبی کے نتائج، قسمت کی گردش عالم کی ابتدا اس کی میعاد اور اس کا خاتمہ وہ مضامین ہیں، جن پر انھوں نے لطیف اور نتیجہ خیز کتابیں لکھی ہیں۔

بعض دفعہ ہمیں تعجب ہوتا ہے جب ہماری نگاہ ایسے خیالات پر جا پڑتی ہے جن کی نسبت از راہ تفاخر ہم یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ان خیالات کے موجد ہونے کا شرف ہمی کو حاصل ہے، مثلاً ایک مسئلہ ارتقاہی کو لیجئے جسے ہم اکتشاف جدید سمجھتے ہیں۔اس مسئلے کی تعلیم ان کے مدارس میں دی جاتی تھی اور ہم تو خیر پھر بھی اس کے محدود معنی لیتے ہیں

۔وہ ہم سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے اور غیر عضوی اجسام، یعنی جمادات تک کو اس کے حیز عمل میں داخل سمجھتے تھے۔رسائن یعنی کیمیا سازی کا اصلی راز،فلزاتی اجسام کے ارتقائے فطری میں مرکوز تھا۔الخزائنی ،جس نے بارھویں صدی عیسوی کا زمانہ پایا ہے،لکھتا ہے''جب عوام،فلاسفہ طبیعین کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ سونا ایک جسم ہے جو درجہ کمال کو پہونچ گیا ہے،تو انھیں یقین کامل ہوجاتا ہے کہ سونا ایک ایسی چیز ہے جو اور دھاتوں کی شکل یکے بعد دیگرے اختیار کرتا ہوا ایک زمانہ دراز کے بعد اس حالت کمال کو پہنچا ہے، یعنی ابتدا میں یہ سیسہ تھا، پھر رانگ ہوگیا۔اس کے بعد پیتل ہوا، پھر چاندی ہوا اور چاندی سے ترقی کر کے سونا بن گیا۔ان جہلاء کو یہ معلوم نہیں کہ فلاسفہ طبیعین کا یہ قول کہ سونا ترقی یافتہ جسم ہے،قریب قریب ان کے اس قول کے ہم معنی ہے کہ انسان اپنی فطرت اور ترکیب جسمانی کے لحاظ سے قدرت کی قوتوں کے اعتدال کا مرکز ہے ظاہر ہے کہ اس سے ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آدمی پہلے بیل تھا، پھر گدھے کی شکل میں تبدیل ہوا، پھر گھوڑا بن گیا۔اس کے بعد بندر کے قالب میں ظاہر ہوا اور سب سے آخر میں انسان بن گیا!،،

مؤرخ گبن کا اعتراف

مسلمانوں کی سرپرستی علوم وفنون کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور مؤرخ گبن لکھتا ہے''صوبوں کے خودمختار امیر بھی علم وہنر کی سرپرستی میں شاہانہ اقتدارات برتتے تھے اور ان کی رقیبانہ مسابقت نے علمی مذاق کی ترویج میں غیر معمولی حصہ لے کر سائنس کے نور کو سمرقند و بخارا سے لے کر فاس اور قرطبہ تک پھیلا دیا۔ایک سلطان کے وزیر نے ایک دفعہ ایک لاکھ اشرفیاں اس غرض سے وقف کردیں کہ اس سرمائے سے بغداد میں ایک کالج قائم کیا جائے اور اس کالج کے مصارف کے لئے پندرہ ہزار سالانہ کا دوامی عطیہ مقرر کردیا۔تعلیم کے فیضان سے عوام وخواص کو یکساں بہرہ اندوز ہونے کا موقعہ دیا جاتا تھا۔وزیر کا بیٹا اور ایک ادنی درجے کے موچی کا بیٹا پہلو بہ پہلو بیٹھ کر استاد سے سبق لیتے تھے۔طالبعلموں کی تعداد ایک ایک دارالعلم میں چھ چھ ہزار تک پہنچی ہوئی تھی جن کی جماعتوں کو باوقات مختلف تعلیم دی جاتی تھی نادار طلبہ کے لئے معقول وظائف مقرر تھے اور اساتذہ کو پیش قرار تنخواہیں ملتی تھیں۔ہر شہر میں عربی زبان کی تصانیف کے نقل اور جمع کرنے کے لئے طالبان علم کا شوق اور اہل دول کا نمود ہر وقت سرگرمی سے مصروف تھا،،۔

علامہ لیبان کی شہادت

شہرہ آفاق فرانسیسی علامہ لیبان،،تمدن عرب میں لکھتا ہے،،یورپ کی یونیورسٹیاں چھ سو برس تک عربی کتابوں کے تراجم پر زندہ رہیں وہ عرب ہی ہیں جنھوں نے یورپ کو علم اخلاق،تہذیب کی راہیں دکھائیں نظری علوم میں انہماک وتوغل کے ساتھ عربوں نے ان علوم سے صنعت وحرفت میں بھی پورا کام لیا۔ان کے علوم نے صنعتوں کو درجہ کمال تک پہنچادیا ہم ان کے اکثر طریقوں سے واقف نہیں ہیں،لیکن ان طریقوں کے نتیجے ہمارے سامنے ہیں۔مثلا ہم جانتے ہیں کہ وہ کانیں کھودتے اوران سے گندھک تانبہ ،لوہا،چاندی،سونا نکالا کرتے تھے۔صباغی کے فن میں انھیں حیرت انگیز مہارت حاصل تھی۔فولاد کے بجھانے میں انھوں نے اورزیادہ کمال حاصل کیا تھا۔اس کمال کا بہترین زندہ ثبوت،صفائح طلیطلہ ہیں پھر کپڑا بننے،ھتیار بنانے،کھال کی دباغت کرنے اورکاغذ بنانے میں ان کی شہرت،دنیا بھر میں عام تھی غرض انھوں نے بہت سی صنعتوں میں ایسا کمال کیا تھا،جس کی مثال آج بھی نہیں ملتی۔عرب تہذیب بلاشبہ تاریخ انسانی کا محیرالعقول معجزہ ہے!،،

فرانس میں عربوں کی شکست کا نتیجہ

ایک اورفرنچ عالم،ہنری دی شامیون لکھتا ہے’’ چارلس مارٹل کی فیصلہ کن فتح،فرانس میں عرب پیش قدمی ہمیشہ کے لئے روک نہ دیتی،تو فرانس،عہد تاریک کی وحشیانہ بربادیوں اورہولناک مذہبی خونریزیوں سے ضروربچ جاتا۔اس فتح نے فرانس ہی کو تباہیوں کے حوالے نہیں کردیا بلکہ محاکم احتساب کی صورت میں اسپین کی پیشانی پربھی کلنگ کا ٹیکا لگادیا اوردنیا کی تہذیب پورے آٹھ سو سال پیچھے رہ گئی اس وقت ہمارے پاس جو کچھ بھی متاع ہے،ہماری تہذیب،ہمارے علوم،ہماری صنعتیں ،اس سب میں ہم براہ راست عربوں ہی کے احسان مند ہیں۔عرب آٹھ سو سال تک،کمال انسانی کا شاندارنمونہ رہے ہیں یہ اس زمانے کی بات ہے،جب ہم جہل ودحشت کا بدترین نمونہ تھے!،،

ایچ،جی،ولز کی شہادت

ایچ ،جی ،ولزشہرۂ آفاق تاریخ میں لکھتا ہے ’’اسلامی تمدن ،مغربی تمدن کا پیش رو ہے ٗبصرے،کوفے،بغداد،قاہرہ،قرطبہ کی یونیورسٹیاں علم وحکمت کے مرکز تھیں اورتمام جہان میں نور پھیلارہی تھیں یورپ میں عربی فلسفہ،اسپین کی راہ سے داخل ہوااورپیرس،آکسفورڈ اورشمالی اٹلی کی

یونیورسٹیوں پر چھا گیا۔ اس عربی فلسفے نے، جس میں ابن رشد کو خاص خصوصیت حاصل ہے، یورپین ذہن کی کایا پلٹ دی۔ طب میں مسلمانوں نے جو ترقی کی، یونان اس کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچا۔ مسلمانوں کا طریق علاج ہمارے زمانے کے طریق علاج ہی کی طرح تھا اور ہم ابھی تک ان کے بہت سے نسخوں سے کام لے رہے ہیں۔ جراحی میں عرب بھی کلوروافارم سے کام لیتے تھے لیکن اس کے مقابلے میں ہمارا مسیحی کلیسا، طب کو حرام قرار دے رہا تھا اور جھاڑ پھونک ہی کو ذریعہ شفا سمجھا کرتا تھا!،،

غیر مسلم اہل علم کے قلم سے مسلمانوں کی علمی سرگرمیوں کا یہ ایک ہلکا سا خاکہ ہے، اور اس خاکہ سے بھی ہر آدمی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ علم سے مسلمانوں کا شغف کس قدر رسچا، کس قدر گہرا، کس قدر ہمہ گیر تھا، لیکن اس شغف پر جو بظاہر نہایت عجیب اور قدیم دنیا میں بے مثال ہے کسی ایسے شخص کو تعجب نہیں ہوسکتا، جو اسلام سے واقفیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں میں علم سے جو بے اندازہ محبت پیدا ہوئی، اس کا سبب صرف اسلام ہے، کیونکہ دوسرے تمام دینوں کے برخلاف اسلام علم وتفکر، تدبر، وتامل کا دین ہے۔ اسلام کی اپیل ہمیشہ ''اولی الالباب،، سے رہی ہے۔ اسلام نے طلب علم ہر مسلمان پر مرد ہو یا عورت، واجب کردی ہے اور اسلام میں جہل سے زیادہ مذموم کچھ نہیں

اسلام کا پہلا اعلان

اسلام نے دنیا میں قدم رکھتے ہی جو پہلا اعلان کیا وہ کیا تھا؟ ایک سے زیادہ اعلان ہوسکتے تھے توحید کا اعلان، رسالت کا اعلان، عبادت الٰہی کا اعلان، مکارم اخلاق کا اعلان، انسانی حقوق کا اعلان، مگر اسلام کے اولین اعلان میں اس قسم کی کوئی بات نہ تھی۔

پھر اسلام کا اولین اعلان کیا تھا؟ غیر مسلم سن کر ضرور حیرت سے دانتوں میں انگلی داب لیں گے اسلام کا اولین اعلان، محض علم کی برتری وضرورت کا اعلان تھا اور یہ اعلان ہر لحاظ سے برحق ودرست تھا۔ اس لئے کہ علم نہ ہو تو نہ دین کا کوئی معاملہ کماحقہ استوار ہوسکتا ہے نہ دنیا کا اسلام نے ظاہر ہوتے ہی نہایت پرزور انداز میں اعلان کردیا کہ علم کو سینہ بسینہ نہیں، زبانوں میں نہیں، کاناپھسی اور سرگوشیوں میں نہیں، اسرار اور رموز میں نہیں، چھومنتروں میں نہیں، ٹونوں ٹوٹکوں میں نہیں، بلکہ کھلے خزانے ڈنکے کی چوٹ پر برملا ہونا چاہیے، تاکہ اس کی تحصیل ہر آدمی کے امکان میں ہو۔ سب کے لئے مباح ہو۔ پڑھنا پڑھانا، ہر انسان کا مسلم حق ہو۔ امیر کا بھی، غریب کا بھی۔ برہمن کا بھی شودر کا بھی۔ اسرائیلی کا بھی غیر اسرائیلی کا بھی۔ عربی کا بھی عجمی کا بھی۔ پوپ کا بھی اور ہما شا کا بھی۔

اسلام کے سب سے پہلے اعلان کا سب سے پہلا لفظ ،جو دنیا نے سنا۔ بظاہر کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ وہ ''اقراء،، تھا حالانکہ اس خداوندی بول کے اولین مخاطب ،محمد صلی اللہ علیہ وسلم ،امی تھے ایک امی سے پڑھنے کا مطالبہ، بے معنی معلوم ہوتا ہے، مگر نہیں۔ یہ مطالبہ اس لئے ہوا کہ محمد ﷺ امی کے ذریعہ وحی الہی دنیا کے رشد وہدایت کے لئے آرہی ہے، وہ ''کتاب،، ہوگی، یعنی لکھی جائے گی، ''قرآن،، ہوگی، یعنی پڑھی جائے گی ۔ایسی کوئی بات نہ ہوگی، جو صرف زبانوں سے کہی جاتی اور کانوں سے سنی جاتی ہے۔ ''اقراء کا مطالبہ اس لئے ہوا کہ تحریر وکتابت کی ضرورت واہمیت ،دنیا پر روشن ہوجائے اور علم کو سینوں سے نکال کر کتابوں کی امانت میں دینے کی راہ کھلے ''**اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق ،اقراء وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم،،!**

یہ ہے اسلام کا اولین اعلان، اور یہ اعلان، انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ تمام انسانوں کو اس پر زیادہ سے زیادہ فخر کرنا چاہئے۔

اسلام کا یہ اعلان ،منطقی ترتیب کے لحاظ سے بھی بہت عجیب ہے ،انسان ایک وجود ہے یعنی موجود نہ تھا پھر موجود ہوا، اسی لئے سب سے پہلے نعمت تخلیق کا ذکر کیا گیا لیکن نعمت تخلیق، عظیم ہونے پر بھی تنہا انسان کا حصہ نہیں۔ تمام مخلوقات اس نعمت میں انسان کی شریک وسہیم ہیں۔

پھر وہ کون سی نعمت ہے، جس سے صرف انسان سرفراز ہوا ہے اور جس میں کسی مخلوق کی شرکت نہیں وہ نعمت بلاشبہ علم ہے۔ علم ہی وہ نعمت ہے، جو صرف انسان کو بخشی گئی ہے، مگر کون علم؟ خرافات ،توہمات اصاطیر نہیں، جن پر جہل کی انگلیوں نے علم کی چھاپ لگادی ہے۔ وہ علم بھی نہیں، جس کے مدعی کاہن وساحر احبار ورہبان ،پروہت اور پانڈے، عامل اور سیانے رہے ہیں، کیونکہ جس چیز کا نام انھوں نے علم رکھ چھوڑا ہے، علم نہیں ہے ۔کچھ رموز واسرار ہیں، غیر مفہوم الفاظ ہیں، ٹونے ٹوٹکے ہیں۔ جنتر منتر ہیں، نہ سمجھ میں آنے والی بولیاں ہیں چھپی چھپی، ڈھکی ڈھکی باتیں ہیں، جو نہ سب کے سامنے کہی جاتی ہیں نہ سب کو بتائی سکھائی جاتی ہیں۔ ان کی ''بڑائی،، اور ان کا اثر بس اسی میں ہے کہ سینوں میں بند رہیں اور سرگوشیوں میں آگے بڑھیں۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆